ہر اتوار
آپ کی خدمت میں
لازوال ادب
ترتیب و پیش کش
غلام نبی کمار
معاون مدیر: لازوال ادب

فون نمبر-7053562468
ای میل-lazawaladab04@gmail.com

نگاہِ مردِ مومن

ڈاکٹر عبدالمجید بھدرواہی

ایک عمرہ کے دوران جب میں مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب الطواف کی نماز پڑھ کر دعاؤں میں مشغول تھا تو میرے دائیں طرف بیٹھی ایک خاتون بھی نماز اور دعا سے فارغ ہو کر مجھ سے کہنے لگی۔

بھائی جان! میرے لئے بھی دعا کریں۔میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ! میں بھی آپ کی طرح بلکہ ہر ایک کی طرح اس در کا بھکاری ہوں۔

سامنے کعبۃ اللہ ہے۔اس سے بڑھ کر اور کون سی جگہ ہے جو اس سے بڑھ کر قبولیت دعا کی جگہ ہو سکتی ہے۔

نہ جانے اس کو مجھ میں کیا ایسا نظر آیا کہ وہ مجھے دعا کرنے کے لئے کہہ رہی ہے۔

آپ بھی مانگو میں بھی مانگتا ہوں۔اللہ سب کی سنتا ہے۔بس آپ نماز کی باقاعدگی رکھو اور صبر سے کام لو۔میں نے اس خاتون سے کہا

ویسے آپ کو کیا پریشانی ہے؟

اگر مناسب سمجھو تو بتادو۔ورنہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ خاتون اٹھتیس۔تیس سالہ عمر کی ہے۔اس کی جسامت اور شکل سے ہی پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت مصیبت میں ہے۔

وہ دبلی پتلی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی۔

اس کے چہرے کا رنگ زرد تھا۔آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔پچکے ہوئے گال، بکھرے بال اس کی داستان بتاتے تھے۔

بولی! بھائی جان۔میری شادی کو نو سال ہوگئے ہیں۔میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔

سب جگہ علاج کروایا مگر بے سود

سمجھا۔میں بیچ میں بولا

گھر والا تنگ کرتا ہوگا؟

وہ کم تنگ کرتا ہے۔مگر میری ساس مجھے بہت پریشان کرتی ہے۔اٹھتے بیٹھتے طعنے دیتی ہے۔کہتی ہے کہ تو بانجھ ہے۔اس نے بولا۔

ایک دو ماہ سے اب اپنے بیٹے کو دوسری شادی کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔

ایک جگہ تو اس نے پیغام بھی بھیجا ہے۔وہ بھی مان گئے ہیں۔

اگر میرے میاں کی دوسری جگہ شادی ہوگئی۔پھر میرا جینا بہت ہی دشوار ہو جائے گا۔

ادھر میرے والدین کب کے فوت ہو چکے ہیں۔میں بالکل بے سہارا ہوں۔

سنو! بیٹی۔مجھے آپ کا مسئلہ سمجھ میں آگیا۔

میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔اگر آپ جموں آجاؤ۔میں آپ کا سب انتظام کروں گا۔آپ دونوں کو صرف آنے جانے کا خرچہ کرنا ہوگا۔باقی سب کچھ میں خود کروں گا۔

میں خود بھی ڈاکٹر ہوں۔وہاں میرے کافی ڈاکٹر دوست اور واقف کار ہیں۔وہ سب آپ کی پوری پوری مدد کریں گے۔

آپ فیصلہ کرو۔میں آپ کو اپنا مکمل ایڈریس اور فون نمبر دوں گا۔

آپ بے فکر ہو کر جموں آجاؤ۔باقی میرے ذمے۔انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا بہترین علاج کرواؤں گا۔

میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتا ہوں۔کیونکہ میرے ایک قریبی رشتہ دار کی لڑکی کی بھی یہی پریشانی تھی۔اس کو بھی اس کا خاوند اور ساس بہت ستاتے تھے۔

اللہ بہتر کرے گا۔علاج کے ساتھ ساتھ دعائیں ضرور رنگ لائیں گی۔میں نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

بڑی مشکل سے عمرہ کے لئے آنے کا انتظام کرکے یہاں آئی ہوں کہ یہاں اللہ کے حضور خوب دعائیں مانگوں گی۔شبینہ نے کہا۔

آپ چہرے سے ہی نیک شخص دکھائی دیتے ہو اسی لئے آپ سے بھی دعائیں کرنے کی استدعا کر رہی ہوں۔شبینہ نے کہا۔

چلو۔اٹھو۔آپ نے بھی سعی کرنی ہوگی۔میں نے کہا۔

مروہ پر پہنچ کر ہماری ملاقات ایک اور خاتون سے ہوئی۔وہ پوچھ رہی تھی کہ سعی کے کتنے چکر ہیں،صفا اور مروہ اور دو سبز روشنیوں کے درمیان کیا پڑھنا ہے۔اور کیا دعا مانگنی ہے؟

اس نے کہا کہ وہ پہلی بار عمرہ کرنے آئی ہیں۔

آپ کہاں سے آئی ہیں؟

میں نے پوچھا

میں فیصل آباد پاکستان سے آئی ہوں۔

فیصل آباد کا نام سن کر شبینہ چونک گئی میں بھی فیصل آباد سے ہوں۔

یہ کون ہیں آپ کے؟اس نے میری جانب اشارہ کرکے پوچھا۔

یہاں ہی مقام ابراہیم کے پاس ان سے ملاقات ہوئی۔

میں نے ان کو اپنی پریشانی بتائی اور میرے لئے دعا کرنے کے لئے عرض کی۔

بڑے نیک انسان ہیں۔

جناب! میرے لئے بھی دعائیں کریں۔

میں بہت پریشان ہوں۔رابعہ نے کہا

آؤ۔میرے ساتھ۔میں بتاتا ہوں۔سات چکر کس طرح پورے کرنے ہیں۔صفا اور مروہ پر کیا پڑھنا ہے۔کس طرح دعا مانگنی ہے۔میلین اخضر میں آپ دونوں نے تیز تیز نہیں چلنا ہے۔صرف مردوں نے ایسا کرنا ہے۔آپ عورتوں کی طرف سے حضرت ہاجرہؓ نے یہ کام کر دیا ہے۔

شبینہ نے زم زم پینے کی خواہش کی۔

زم زم کے نل دیکھ کر ہم تینوں زم زم پینے کے لئے رکے

میں نے ان کو زم زم پینے کے آداب اور دعا سمجھائی۔

رابعہ نے اپنی بپتا مختصر کرکے سنائی۔

سن کر میں نے دونوں کو کہا۔اللہ بہتر کرے گا۔آپ اطمینان رکھو۔

رابعہ نے سنایا کہ اس کے والدین اس کی شادی کسی ایسی جگہ کر رہے ہیں جہاں اس کی رتی بھر مرضی نہیں ہے۔اس کی مرضی دوسری جگہ ہے۔وہ گھر اور لڑکا دیندار ہیں۔میں اپنی پسند کی بات گھر والوں کو نہیں کہہ سکتی۔

مری والدہ کی ایک واقف عورت اپنے لڑکے کی شادی میرے ساتھ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

زم زم کے نلکوں کے پاس ایک بزرگ سے ہم تینوں کی ملاقات ہوئی۔

میں نے ان بزرگ کو زم زم کے دو تین گلاس بھر کر دیئے۔انہوں نے پی کر میرا شکریہ کیا۔

میں نے ان کو دعا کرنے کے لئے کہا۔جو انہوں نے فوراً مان لیا۔

آپ لوگ کہاں سے ہیں؟بزرگ نے پوچھا

میں جموں سے ہوں اور یہ دونوں خواتین فیصل آباد سے ہیں۔

میری ان سے ملاقات یہاں ہی ہوئی۔

اللہ آپ دونوں کی حاجت پورے کرے۔آمین

آپ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے۔بزرگ نے شبینہ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

اس نے اپنا پرس ٹٹولا۔اس میں سے چند کھجوریں اور چار پانچ بادام نکلے۔

بزرگ نے کھجوریں لیکر ان پر کچھ کلمات پڑھ کر دم کیا۔اور واپس شبینہ کو دیئے۔

رابعہ قدرے مایوس ہوگئی کیونکہ اس کو انہوں نے کھجوریں نہ دیں۔

بزرگ اس کی مایوسی بھانپ گئے۔

آپ یہ کھجوریں کھالیں۔اس سے آپ دونوں کی پریشانیاں دفع ہوجائیں گی۔انشاءاللہ

رابعہ نے اندر ہی اندر سوچا کہ اس کی پریشانی کس طرح دور ہوگی! تبرک تو شبینہ کو ملا

بزرگ کی باطنی نظر تھی۔وہ بولے

جب شبینہ کا مسئلہ حل ہوگا۔یعنی اس کے اولاد ہوگی تو آپ کا مسئلہ آٹومیٹکلی حل ہوجائے گا۔

یہ کہہ کر وہ بزرگ اپنی راہ چل دیا۔

لگتا تھا جیسے وہ اسی مقصد کے لئے آیا تھا۔میں نے ان دونوں کے فون نمبرات لئے۔

اور ان کو اپنا فون نمبر بھی دیا۔

جموں پہنچ کر میں ان دونوں سے فون کرکے خیریت پوچھتا رہتا

کافی ماہ بعد ایک روز مجھے شبینہ کا فون ملا۔اسنے بتایا

بھئی جان! مبارک ہے۔پرسوں میرے اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا۔

یہ سب آپ کی اور ان بزرگ کی دعاؤں کا اثر ہے۔جس کی وجہ سے میری دعائیں بھی قبول ہوگئیں۔

میں آپ دونوں بزرگان کی مشکور ہوں۔

میں اتنی خوش ہوں کہ سوچتی ہوں کہ یہ خوشیاں کہاں سنبھال کر رکھوں۔اس نے مزید کہا

جب میں نے یہ خوشخبری رابعہ کو سنائی تو وہ بھی بہت خوش ہوگئی۔

وہ مجھے اپنی خوشخبری بھی سنانا چاہ رہی تھی۔

اس کی ماں جہاں اس کی شادی کرنے کا سوچ رہی تھی۔انہوں نے ادھر سے ہی نا کردی۔

کیونکہ وہ اپنے بیٹے کی دوسری شادی اس لئے کرنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔اب اس کی بہو کو تین دن قبل بیٹا پیدا ہوا۔اس لئے وہ معافی مانگ رہی تھی۔

یہ سن کر میں نے اس کو کہا کہ رابعہ وہ میری ہی ساس تھی جو اپنے بیٹے کی شادی تجھ سے کرنا چاہتی تھی کیونکہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔

اب چونکہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔اس لئے یہ مسئلہ ہی ختم ہوگیا۔اور بزرگ کا کہا پورا ہوا۔

آپ کی ماں کو یہ پتہ ہی نہ تھا کہ جہاں وہ اپنی بیٹی کا رشتہ کر رہی ہے۔وہ لڑکا پہلے ہی سے شادی شدہ ہے اور اس کی بیوی حال حیات ہے۔

دیکھئے کس طرح اللہ تعالیٰ ایک جنبش سے سارے مسائل حل کر دیتا ہے۔

واقعی نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

9906111091

محمد مختار وفا کی شاعری کا ایک تجزیہ

ڈاکٹر ایم عارف

اس سے پہلے کہ میں محمد مختار وفا کی شاعری کا مطالعہ اور تجزیہ پیش کروں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی ذاتی زندگی اور عملی زندگی پر روشنی ڈال دوں۔

جب بھی ایم۔ایم وفا کا نام زبان پر آتا ہے تو خود بہ خود منظر سلطان، مرزا غنی کھونچ اور ابوالخیر نشتر کا چہرہ اپنے آپ سامنے آجاتا ہے۔اور بچپن کی یادیں، چچا شاہ عالم شاہ کے ادبی اور غیر ادبی دوستوں کی لمبی فہرست، مشاعرہ ،ادبی محفل ، نئے سال کے موقع پر نئی زندگی کے ساتھ پکنک کی تیاری اور بالخصوص پہلی جنوری کو پکنک پر لازماً جانا یاد آجاتا ہے۔اب نہ وہ لوگ رہے اور نہ ہی اس طرح کا زمانہ رہا۔اب تو ہر آدمی اپنے حال میں بے حال ہے۔نہ کھونچ رہے نہ منظر رہے اور نہ ہی محمد مختار وفا۔اور جو باقی ہیں مثلاً عظیم ہاشمی ،خارب ، کیانی شہزاد ، احتشام افسر ، افتخار احمد کریک ، افضل امام قادری وغیرہ وغیرہ لوگ بھی بکھرے ہوئے دانے کی طرح ہیں۔اب صرف یادیں ہیں اور ان یادوں کی تصویریں ہیں۔ایک ماہ کے اندر شہر بتیا تین استاد سے مرحوم ہوگیا۔یہ 2018ء کا سال تھا اور مہینہ جولائی اور اگست کا تھا۔ 15 جولائی کو اردو ادب کے صنف نثر کا استاد ایم۔عالم وفات پاگئے۔شہر بتیا کے نہایت شفیق اور ہر دل عزیز استاد سید ہاشمی رضا 4 اگست 2018ء کو دنیا چھوڑ کر دائمی اجل کو لبیک کہا۔جو شاعر ایم۔ایم وفا کے بھی استاد تھے۔محمد مختار وفا اپنے استاد محترم کی تعزیتی نشست سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ 9 اگست 2018 کو دوپہر تین بجے اپنے خالق اور مالک حقیقی سے جاملے۔

امن ویلفیئر اینڈ کلچرل سوسائٹی، بتیا نے ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے تعزیتی نشست کرنا چاہا۔لیکن شہر کے ادبی محفل میں یہ چہ می گوئیاں ہونے لگی کہ جب سے امن ویلفیئر اینڈ کلچرل سوسائٹی نے تعزیتی نشست کرانا شروع کیا ہے۔ادبی ہستی کا انتقال تیز رفتاری سے ہونے لگا ہے۔اس طرح کے الزام سے خوف کھا کر وفا صاحب کی تعزیتی نشست کو ملتوی کرنا پڑا۔ایک زمانے میں ہم لوگ منظر سلطان، ایم۔ایم وفا اور ابوالخیر نشتر کو ہی ادبی سنگم سمجھ بیٹھے تھے۔لیکن منظر سلطان اور محمد مختار وفا کے انتقال کے بعد بہت جلد سمجھ میں آیا کہ یہ ادبی سنگم نہیں ہیں۔کیونکہ منظر سلطان کی موت پر ادبی سنگم نے نہ کوئی ہنگامی تعزیتی نشست کرایا اور نہ ہی ایم۔ایم وفا کے انتقال پر کوئی یادگار پروگرام منعقد کیا۔جو لوگ اپنے اسلاف کو فراموش کر دیتے ہیں۔دنیا بہت جلد انہیں بھی بھول جاتی ہیں۔

یکھا جو زمانے کا کلام میں نے
زمانہ ہی چلا اٹھا کتنے بدزبان ہو تم

1983ء کے بعد نئے لکھنے والوں کی اس سے قبل کے لکھنے والوں سے یہ شکایت رہی ہے کہ نئے لکھنے والوں کو ان کے پرانے لوگ آسانی سے قبول نہیں کرتے۔انہیں دعوت نامہ تک نہیں دیتے۔اور ادبی پروگرام کا حصہ نہیں بننے دیتے۔یہ روش شکوہ و شکایت کی نہیں۔یہ ہمارے یہاں کی ادبی روایت ہے جو بھی نئے لکھنے والوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔جو سلوک اور روش نئے لکھنے والوں کے لئے ہے وہی روش، وہی کام ، وہی ظلم وستم ، وہی ناانصافی وہی لوگ اپنے دور کے نئے لکھنے والوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔آخر کیوں؟ نئے لکھنے والوں سے ان کا کیا بگڑتا ہے یہ وہی جانتے ہیں؟ کیا ان نئے لکھنے والوں سے کوئی ادبی خطرہ تو نہیں؟ ہمارے شہر کی عجیب وغریب خوبی یہ ہے کہ یہاں کوئی کسی کو تسلیم نہیں کرتا۔نوجوانوں میں بغاوت تو فطری چیز ہے۔اگر بزرگوں کی طرف سے خلوص اور شفقت کا اظہار نہ ہو تو نوجوانوں کا احساس نہ صرف مجروح ہوتا ہے بلکہ آنے والے دنوں میں ادب کو اور زبان کو کافی نقصان پہنچتا ہے۔ہمارے شہر کی نئی نسل بہت ہی مضبوط اعصاب کے مالک ہے۔تب ہی تو اتنے ظلم وستم ، اتنی ادبی ناانصافیوں اور اتنے مایوس کن یلغار میں بھی نہ صرف لکھ رہے ہیں بلکہ ہندوستان کے رسائل وجرائد اور اخبار میں شائع بھی ہو رہے ہیں۔اگر عصر حاضر کی نئی نسل کو کچھ آگے بڑھنے کا راستہ نہیں دیں گے تو یہ نئی نسل اپنی کہنیوں سے اپنے بزرگوں کی پسلیاں اور اپنے پیروں سے جسم کو روندتے ہوئے اپنے عہدے تک نکل جائے گی۔لہٰذا عقل مندی اور شرافت کا تقاضہ یہی ہے کہ جو لوگ جائز یا ناجائز طریقہ سے آگے جانا چاہیں تو ان کے راستے میں دیوار بن کر حائل نہیں ہوں۔بلکہ چپکے چوری گلی کا راستہ خاموشی کے ساتھ اختیار کرلیں۔کیوں کہ نئی نسل صرف یہی نہیں جانتی ہے کہ قانون اندھا ہوتا ہے بلکہ نئی نسل یہ بھی جاننے لگی ہے کہ قانون بنانے والے اندھے نہیں ہوتے اگر قانون بہت سخت ہوتا ہے تو توڑ دیا جاتا ہے۔ہر ادبی چہرے پر کاروباری مسکراہٹ ،مصافحہ کے لئے بڑھتا ہوا ہاتھ ، مسکراتی ہوئی آنکھوں میں ریاکاری کی جھلک ہمارے یہاں کے ادیبوں اور شاعروں کی آن بان اور شان ہے یہی وجہ ہے کہ اب لائبریری کی جگہ چائے خانوں میں ادبی محفل جمنے لگی ہے۔اور لوگ کتابوں سے نہیں باتوں سے ادبی شوق پورا کرنے لگے ہیں۔

ادب ادب ہے۔ادب اور ادیب دونوں کا احترام کرو۔چاہے نیا ہو یا پرانا، اپنا ہو یا بیگانا، بزرگ ہو یا بچہ، مرد ہو یا زن، دوست ہو یا دشمن، زندہ ہوں یا مردہ زندہ قوم کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی تاریخ، تہذیب ،زبان کے ساتھ ساتھ اپنے سخنوروں (ادیبوں اور شاعروں) کو بھی یاد رکھتی ہے۔اور جہاں تک ممکن ہو ان کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کرتی ہے اور ان سے اپنی آنے والی نسلوں کو آگاہ کرتی ہے۔ ہمارے خیال میں ہر وہ قلمکار قابل احترام ہے جس نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ ادبی خدمات میں صرف کیا ہے۔آنے والی نسلیں ان پر فخر کریں گی۔جنہوں نے ان کی اعلیٰ صفات اور شخصیت کو قریب سے دیکھا ہے۔

اگر اپنوں سے عزت واحترام ، قدر و منزلت نہ ملے تو دوسروں سے اس کی توقع رکھنا فضول ہے۔کیونکہ غیر بھی اس وقت اپنی کشادہ دلی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہیں جب اپنے اس میں پہل کرتے ہیں۔یہ تو چند معروضات تھے جو خالص بغرض اصلاح پیش کیے گئے۔

اب میں محمد مختار وفا کی شاعری کی طرف آتا ہوں۔آپ کے دو شعری مجموعے آپ کی زندگی میں شائع ہو چکے ہیں۔"سفر ادھورا" ہندی (اور "منظر اس پار کا" ۔اب "خیمہ سے الگ" نومبر 2023 میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔

آپ استاد شاعر تھے۔اور نثر نگار بھی۔ملک کے اہم رسائل وجرائد میں خوب شائع ہوتے ہوئے نظر آئے۔ان کی شاگردوں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔

بہار میں ایک علاقہ چمپارن ہے-جو اپنی مردم خیزی اور مردم ماری کے لحاظ سے ہر زمانہ میں ہنگامہ خیز رہا ہے - یہاں ایک سے ایک قد آور شخصیت ہر زمانے میں پیدا ہوئی۔چمپارن کی دھرتی پر مصنف بھی پروان چڑھے۔زہرہ نگار ادیب بھی۔یہاں کی زمین صوفیوں اور سنتوں کا بھی جلوہ گاہ بنی اور امراء وسلاطین کا بھی۔ادبی دنیا میں بتیا دوسرے ادبی مراکز کے مقابلے میں کب پیچھے رہا ہے؟ یہی وہ سرزمین ہے جہاں سے ادبی خدمات نثری ادب اور شعری ادب کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ بتیا کے ادباء وشعراء کی پذیرائی میں خود ناقدین بتیا کے الفاظ نکلتے ہی نہیں اور اگر نکلتے بھی ہے تو الفاظ چبا چبا کر استعمال کئے جاتے ہیں۔محمد مختار وفا شہر بتیا کے صاحب کتاب اور صاحب استاد شاعر ہیں۔جو غزلوں اور نظموں کے اچھے شاعر ہیں۔اگر شاعر ساز ہے تو شاعری اس کی آواز ہے۔شاعر برق ہے تو شاعری اس کی کڑک۔اگر شاعر سراپا زخم وگھاو ہے تو اس کی جلن و چبھن اس کی شاعری ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب غم کا ذکر ہو تو سننے والوں کے دل پر غم اور چشم پرنم ہوجائے۔خوشی کا ذکر ہو تو روتے ہوئے ہنس پڑیں۔اگر میدان کارزار کا ذکر ہو تو نامردی بھی مرد بن جائیں۔اور اگر سخاوت کا ذکر ہو تو بخیل بھی دریا دل ہوجائیں۔غرض ذکر غم بہ صورت غم ، ذکر خوشی بہ صورت خوشی اور ذکر عشق بہ صورت عشق معلوم ہونے لگے۔محمد مختار وفا کی شاعری میں زمانے کا درد وغم ، رنج والم، مصائب وآلام، نفرت وفریب، وحشت وبربریت، حالات کی ستم ظریفی، زمانے کی بے بسی اور زندگی کے تلخ حقائق اور ننگی سچائی دیکھ سکتے ہیں۔

ناقد ڈاکٹر نسیم احمد نسیم رقمطراز ہیں" ہم عصر اردو شاعری کی چند اہم اور توانا آوازوں میں ایک اہم آواز محمد مختار وفا کی بھی ہے۔تقریباً چالیس برسوں پر محیط وفا کی شاعری جہاں ایک طرف پختگی کی عمدہ مثال ہے تو دوسری جانب اپنے اسلوب اور لب ولہجہ کے اعتبار سے بھی حد درجہ مقبول، موثر اور پرکشش ہے۔شاعر کے یہاں موضوعات کا تنوع ہے۔لیکن وہ بطور خاص اخلاقی ،تہذیبی اور انسانی اقتدار کی پستی اور تنزلی کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ان کے یہاں جذبہ ہے، جوش ہے،اس لئے وہ اپنے موقف کا اظہار شد ومد اور قطعیت کے ساتھ کرتے ہیں۔ان کے اشعار جہاں ایک طرف تحریک پیدا کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف ہمارے داخلی اور خارجی کوائف کی بھی بہترین ترجمانی کرتے ہیں"

آئیے محمد مختار وفا کی غزلوں کا جائزہ لیں اور دنیا کی سچی کیفیت اور حالات کی عکاسی کا تجزیہ کریں۔چند اشعار ملاحظہ ہو

جب تک دلوں میں درد سموتی نہیں غزل
کچھ لفظ ٹانک دینے سے ہوتی نہیں غزل
یہ جاگتی ہے وقت کی دھڑکن کے ساتھ ساتھ
انسان سو بھی جائے تو سوتی نہیں غزل
تبسم ریزیوں کے ساتھ چشم نم بھی لے آئے
ہمارا غم کہاں تھا کم، اپنا غم بھی لے آئے
غم دوراں کو ہم نے بھی غم جاناں بنا ڈالا
ملے ہیں زخم تو ہم زخم کا مرہم بھی لے آئے
مسئلہ ہوں میں اگر حل کر دے
اے خدا مجھ کو مکمل کر دے
عزتیں، شہرتیں سب بے معنی
مجھ کو خود مجھ میں مقفل کر دے
تعلق کو نبھانے میں خسارا کر لیا ہم نے
سہارا دے کے خود کو بے سہارا کر لیا ہم نے
شجر سے کٹ کے ہر اک شاخ بے شرم ہوگئی
خدا کو بھول گئے ہم تو پھر خودی کیا ہے
ہر اک قدم حق جو پرچھائیوں سے ڈرتے ہیں
مرے عزیزوں کو احساس کمتری کیا ہے
یہ باوقار لوگ ہیں یہ ذی شعار لوگ
رکھتے ہیں ایک چہرے پہ چہرے ہزار لوگ
یہ کیسی مصلحت ہے سمجھنا محال ہے
نا کردہ جرم پر ہیں اگر شرمسار لوگ
مری شکست کا شاید اسے یقین نہیں
وہ اپنے حصے کی ہر چال چلنے والا ہے
میں اس کی راہ میں حائل نہیں وفا پھر بھی
مجھے گرا کے وہ آگے نکلنے والا ہے

آئیے کچھ اور اشعار کے حوالے سے محمد مختار وفا کی غزلیہ شاعری کو بغیر تشریح وتبصرہ کے سمجھا جائے ؎

جب جب مری دعائیں تجھے راس آئیں تو
میرے خلاف زہر اگلنا کسی کے ساتھ
تعلقات کا احساس گھٹتا جاتا ہے
مکان اپنے مکینوں میں بٹتا جاتا ہے
یہ کیسا درمیان حائل ہے فصل امکانی
قریب آکے بھی وہ دور ہٹتا جاتا ہے
تصور میں تخیل میں کوئی مہتاب تو لاو
میاں تعبیر بھی نکلے گی پہلے خواب تو لاو
کتاب وقت کا کوئی ورق خالی نہ رہ جائے
مکمل ہم کریں گے تم ادھورا باب تو لاو
میں نے تو صرف حال تمنا سنایا تھا
تم نے نمک ہی پاٹ دیا میرے گھاو پر
تم نے اڑا کے خاک ہوا میں دکھا دیا
چلتا ہے کاروبار جہاں بھید بھاو پر

کون کہتا ہے غزل حسن وعشق، محبوب کی لب ورخسار ، پیار ومحبت کی باتیں اور عشقیہ شاعری کی ایک صنف ہے۔شاعر محمد مختار وفا کی غزلیہ اشعار کا تجزیہ کیجئے اور غزل کی تعریف کا مطالعہ کیجئے۔کیا یہی سچ ہے؟ ؎

سب قتل ہو چکے ہیں تو حیرت کی بات کیا
حیرت کی بات یہ ہے کہ قاتل نہیں کوئی
ہم گھٹ کے مر رہے ہیں سزا کے بغیر بھی
اب الزام دار وسلاسل نہیں کوئی
چلیے معاملہ ہی کھلے دشمنوں سے ہے
اب کے منافقین میں شامل نہیں کوئی
شہر کا شہر ہوا قتل مگر کیا کہیے
دست قاتل پہ لہو رنگ نشان بھی نہ رہا
دکھانا چاہتے ہیں جو وہ منظر کیوں نہیں بنتا
تماشا کرنے والے خود بھی حیرانی میں رہتے ہیں
ہمارے ساتھ چلیں سب یہ کیا ضروری ہے
یہی بہت ہے کوئی ہم خیال ہو جائے

بقول پروفیسر کوثر مظہری "نظموں کے لئے جس ہنرمندی اور الفاظ وتراکیب کے برتنے کا سلیقہ چاہیے۔وہ وفا صاحب کے یہاں موجود ہے۔

آئیے نظمیں کے حوالہ سے ایم ایم وفا کی شاعری کو دیکھا جائے۔جو مختلف موضوعات اور مختلف عنوانات پر مشتمل ہے۔اس میں 'خدا جانتا ہے، گم شدہ میراث ، پرچھائیاں، دور جدید ، پردہ خاموش ہیں، جائے اماں، روزمرہ کے نام ، فن اور فنکار، ایک ہی آواز، نفرتوں کو بھول جانا چاہیے، اپنی شادی کا یہ انداز ہو، آگ اور خون، یہ لوگ ، بھوک، خود فریبی، دھرتی ہماری، خانہ خانہ، قلم کا المیہ، میری آواز سنو، ہواؤں کو آنے دو، خیمہ سے الگ ، یہ معصوم بچے، ردعمل، جستجو کا کرب، لمحہ لمحہ تیرے نام، صنف نازک کے نام، وغیرہ وغیرہ عناوین ہیں۔جس میں احتجاج اور انحراف کا سلیقہ بھی نظر آتا ہے۔یہ ترقی پسندی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے رجحان پر موقوف نہیں بلکہ ہماری سماجی، سیاسی ، معاشرتی زندگی کا آئینہ خانہ ہے۔جس میں ہم، آپ اور ہمارا کردار کا عکس صاف دکھلائی دے گا۔حالات حاضرہ اور عصری مسائل کی گہری پرچھائیاں دیکھ سکتے ہیں۔وفا کی شاعری کو جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے خانوں میں تقسیم نہ کریں۔یہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت کا آئینہ نہیں بلکہ ہماری حقیقی زندگی کی تلخ سچائی ہے۔جو محمد مختار وفا کے فکر وفن، اظہار وخیال ہے۔

نظم" خیمہ سے الگ" کا یہ بند ملاحظہ ہو ؎

رہا خیمہ بندی کے اصولوں سے الگ رہ کر بھی
ایک پیغام محبت کا بہت ہوتا ہے
میری آواز تو شعلہ نہیں چنگاری ہے
یہ بھی انداز بغاوت کا بہت ہوتا ہے

نظم" دھرتی ہماری" کا چند بند بھی ملاحظہ ہو

یہ دھرتی ہماری محبت کی دھرتی
یہ رشیوں کی نگری فقیروں کی بستی
یہ چاہت کی بارش، یہ ملت کی کھیتی
کہیں ہیں اذانیں، کہیں رام بھگتی
مگر آج گھر گھر میں کیا ہو رہا ہے
تباہی پہ سارا چمن رو رہا ہے
کہیں کوئی مندر جلانے سے پہلے
کہیں کوئی مسجد گرانے سے پہلے
یہ سرسبز گلشن جو برباد ہوگا
کہیں جائے صدیوں میں آباد ہوگا
یہاں آدمیت جو زندہ رہے گی
تبھی تو محبت کی دھارا بہے گی

کوئی بھی شاعر اپنے ماحول اور معاشرے سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ بھی اسی دھرتی کا باسی ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے سماج، ماحول، معاشرے کا درد وغم، رنج والم، خوشی ومسرت، سماجی ناہمواری، معاشی نابرابری، قدروں کا زوال، رشتوں کی پامالی، زندگی کی حکمت، اپنے اردگرد کے مسائل، سیاست کی شطرنجی پیچ وخم، ماحول کے گہرے اثرات، ساری تابناکیوں اور المناکیوں کے ساتھ محمد مختار وفا کی شاعری کے اوراق میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔دیال سنگھ کالج کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر ابوظہیر ربانی محمد مختار وفا کی شاعری پر رقمطراز ہیں "محمد مختار وفا کے کلام میں سیاست کی شطرنجی چالوں ،سماجی اور معاشی نابرابری، انسانی اقتدار کا زوال، خود غرضیاں، رشتوں میں نفاق، تنہائی کا کرب، اپنی ذات کی تلاش ،انسان کی گم ہوتی ہوئی شناخت کے المیہ کا احساس شدت کے ساتھ موجود ہے" زمانے کی چند جھلکیاں نظم " خانہ خانہ" میں ملاحظہ ہو۔ ؎

ہر اک شاخ کو پیڑ سے کاٹتے ہو
حقیقت کو تم بے وجہ چھانٹتے ہو
ہماری جڑیں تو بہت دور تک ہیں
ہمیں خانے خانے میں کیوں بانٹتے ہو
تمہاری ہی مرضی ہے جو کھیل کھیلو
محبت کی طاقت کو پہچانتے ہو
محبت کا جذبہ ہے سب کے دلوں میں
کہیں مندروں میں کہیں مسجدوں میں
خدا ایشور سب ہیں اپنے گھروں میں
غلط ہے اگر تم انہیں چھانٹتے ہو
ہماری جڑیں تو بہت دور تک ہیں
ہمیں خانے خانے میں کیوں بانٹتے ہو۔

محمد مختار وفا کی شاعری انسانی تجربات کی شاعری ہے۔جس میں جذبہ کی گہرائی ہے۔جس میں پیچیدگی نہیں خوبصورتی ہے اور خالص احساسات کی شاعری ہے۔

چند منتخب اشعار دیکھیں۔اور اپنے ماحول اور معاشرے کا مطالعہ کریں نیز محمد مختار وفا کی شاعری کا جائزہ لیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

مجھے خیر وشر کی تمیز تھی
مجھے اپنی راہ عزیز تھی
مجھے اس کی کوئی کسک نہیں
تیرے کارواں سے نکل گیا
نفرتوں کو بھول جانا چاہیے
چوٹ کھا کر مسکرانا چاہیے
سبھی کو اپنے اپنے مسئلے ہیں اپنا اپنا غم
کسی کے ساتھ رہ کر بھی ہمیں آرام کیا ہوگا
تلخیاں ہی تلخیاں احساس میں بھرنے لگیں
خاک وخوں کا ذائقہ پھر خوش گمانی لے گیا
اس ڈرامے کا وفا آخری کردار تھا
مجھ سے وابستہ وہ اپنی ہر کہانی لے گیا

طوالت کے خوف سے اشعار سے پرہیز کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

7250283933